جماعتِ اسلامی

اسّی علماء کی نظر میں

عارف دہلوی

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۵

فہرست عنوانات

۱ - پیش لفظ	۷
۲ - یہ کتاب چوبیس سوالوں کا ایک جواب ہے	۲۲
۳ - خدا شاہد ہے	۲۹
۴ - جس وقت	۳۰
۵ - فتویٰ مجاہد الاسلام مفتیٔ اعظم فلسطین محمد امین الحسینی	۳۱
۶ - " الشیخ عبداللہ کنون مدیر "لسان الدین"	۳۴
۷ - " الشیخ عبدالعزیز بن باز الاثری النجدی مدرس مسجد حرام	۳۹
۸ - " الشیخ حسین محمد مخلوف مفتی دیار مصریہ	۴۲
۹ - تائید علامہ علی الطنطاوی قاضی دمشق	۴۵
۱۰ - حضرت علامہ حسن الہضیبی	۴۶

۱۱۔ حضرت الامام محمد الخالصی اور غلام امجد الزہادی	۴۷
۱۲۔ علامہ نور المشایخ، المجددی	۴۸
۱۳۔ علامہ محمد البشیر الابراہیمی	۴۹
۱۴۔ الشیخ علامہ مصطفیٰ زرقا	۵۴
۱۵۔ مولانا مودودی علماء الجزائر کی نظر میں	۵۴
۱۶۔ کل جماعت ہائے دینی مصر	۵۵
۱۷۔ مفکر اسلام سید ابوالاعلیٰ مودودی مسلمانان انڈونیشیا کی نظر میں	۵۵
۱۸۔ مولانا ابوالکلام آزاد	۵۶
۱۹۔ مولانا سید سلیمان ندوی	۵۷
۲۰۔ مفتی محمد شفیع صاحب	۵۸
۲۱۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب	۵۹
۲۲۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی	۶۰
۲۳۔ مولانا محمد داؤد غزنوی	۶۱
۲۴۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۶۲
۲۵۔ مولانا مناظر احسن گیلانی	۶۴
۲۶۔ مولانا مفتی محمد سعید ندوی	۶۵
۲۷۔ فتویٰ مولانا محمد احسن خاں صاحب	۶۶
۲۸۔ مولانا عبد الہادی صاحب قاضی	۶۷
۲۹۔ محمد عرفان خاں صاحب	۶۷

۳۰ ۔ مولانا عبدالرحمٰن چشتی	۶۸
۳۱ ۔ مولانا محمد منظور نعمانی	۶۹
۳۲ ۔ مولانا مودودی صاحب کے مسلک کے بارے میں	۷۰
۳۳ ۔ " " کی شخصیت کے بارے میں	۷۰
۳۴ ۔ " صدر الدین اصلاحی	۷۰
۳۵ ۔ ابوالفیض مسولوی	۷۱
۳۶ ۔ مولانا عامر عثمانی	۷۶
۳۷ ۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی	۷۶
۳۸ ۔ مولانا ظفر احمد صاحب	۷۶
۳۹ ۔ مولانا چراغ صاحب فاضل دیوبند	۷۷
۴۰ ۔ مولانا عبدالماجد دریاآبادی	۸۱
۴۱ ۔ مولانا محمد ناظم صاحب ندوی	۸۲
۴۲ ۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب	۸۵
۴۳ ۔ مولانا مودودیؒ کا کارنامہ	۸۷
۴۴ ۔ علماء بنگلہ دیش	۸۷
۴۵ ۔ عبدالعالی احمد صاحب	۸۸
۴۶ ۔ مولانا محمد ظفر صاحب	۸۹
۴۷ ۔ مولانا محمد خلیل صاحب	۹۰
۴۸ ۔ مولانا غلام یٰسین صاحب	۹۱

۴۹ ۔ مولانا شبیر احمد صاحب	۹۲
۵۰ ۔ مولانا عبداللہ ثانی	۹۲
۵۱ ۔ مولانا غلام یٰسین صاحب مدرس سراج العلوم سرگودھا	۹۴
۵۲ ۔ مولانا محمد سعید صاحب	۹۵
۵۳ ۔ مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب	۹۶
۵۴ ۔ مولانا عبدالقدوس صاحب بہاری	۹۷
۵۵ ۔ مولانا عبدالجلیل رحمانی	۹۷
۵۶ ۔ مولانا نذیر احمد رحمانی	۹۷
۵۷ ۔ مولانا ثناء اللہ صاحب	۹۸
۵۸ ۔ مولانا محمد مقبول صاحب	۹۸
۵۹ ۔ مولانا ابو العطا	۹۹
۶۰ ۔ مولانا نذیر الحق صاحب میرٹھی	۱۰۲
۶۱ مولانا عبدالودود صاحب ندوی	۱۰۳
۶۲ ۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

تاریخ شاہد ہے کہ زمانے کے مختلف ادوار میں جب بھی اہلِ حق کے کسی گروہ نے باطل نظاموں کے مقابلہ میں اللہ کے دین کو کامل و اکمل صورت میں کسی خطۂ زمین پر قائم کرنے کی کوشش کی، اسے وسیع پیمانے پر مزاحمتوں اور مخالفتوں سے سابقہ پیش آیا۔ اقامتِ دین کے داعیان آغازِ دعوت کے ساتھ ہی گویا آزمائش کی بھٹی میں ڈال دیے جاتے ہیں اور پھر جوں جوں ان کی دعوت کا دائرہ وسیع ہوتا ہے۔ ان کے امتحان کی کڑیوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ ادھر ماحول پر نظامِ باطل کی گرفت اور گیرائی جتنی مضبوط ہو۔ داعیانِ حق کی مخالفت بھی اسی نسبت سے شدید ہو جاتی ہے۔ اقامتِ دین کی دعوت کے تقاضوں کے مطابق داعیانِ حق کو وقتاً فوقتاً معاشرہ کے مختلف شعبوں اور طبقوں میں نظامِ باطل کے چھپے ڈھکے انڈے بچوں کی نشاندہی کا تلخ اور ناخوشگوار فریضہ انجام دینا پڑتا ہے۔ اس کے کچھ عمدہ اثرات ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک فطری ردِّعمل کے طور پر دعوتِ حق کے علمبرداروں کو ان مساعی پر متعلقہ معاشرتی شعبوں اور طبقوں کے اجارہ داروں کی ناراضی، خفگی اور مخالفت کا خطرہ بھی مول لینا پڑتا ہے، اور اس مخالفت کے سلسلہ میں انھیں طعن و تشنیع اور دشنام طرازی کے علاوہ بے بنیاد اور جھوٹے اتہامات کا بھی نشانہ بننا پڑتا ہے۔ معاشرہ کے مختلف طبقوں کے اجارہ داروں کی داستان تاریخ نے اتنی بار دُہرائی ہے کہ اس سلسلہ میں نظائر بیان کرنے کی

حاجت نہیں رہی۔

جماعت اسلامی نے برصغیر پاک و ہند میں جب اقامتِ دین کی دعوت کا آغاز کیا تو اسے بھی لامحالہ ایسے لوگوں کی جانب سے مخالفت اور مزاحمت کا نشانہ بننا پڑا جو سوسائٹی کے مختلف طبقوں پر اجارہ داری کے مدعی تھے۔ اور اپنے ہاں دین حق کے تقاضوں کے مطابق اصلاح پزیری کو اپنی اجارہ داری کے لئے خطرہ تصور کرتے تھے۔ انہی میں سے ایک طبقہ ایسا ہے جو خود کو بظاہر علماء دین سے منسوب کرتے ہوئے جماعت اسلامی کی مخالفت پر کمربستہ نظر آتا ہے۔ لیکن درحقیقت اقامتِ دین کے وسیع تصور کو اپنے خود ساختہ نظریات اور اپنی پروہتی اجارہ داری کے لئے خطرناک سمجھتے ہوئے وہ اس تصوّر کی داعی جماعت کے درپئے آزار ہو رہا ہے۔

اس طبقہ کے افراد کی طرف سے یہ الزام بڑے شدومد سے پھیلایا جارہا ہے کہ جماعت اسلامی اور اس کے امیر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے موقف اور دعوت سے تمام علمائے دین اختلاف رکھتے ہیں اور وہ اُن کو دینی لحاظ سے برسرحق نہیں سمجھتے لیکن اگر ان کے اس الزام کا ذرا گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھُلتی ہے کہ ان کے اپنے گروہ کے ایک قلیل اور محدود طبقہ کے سوا علما، دین کی ایک کثیر تعداد جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ کی دعوت کو دینی لحاظ سے ہر طرح درست اور بجا قرار دیتی ہے۔

زیرنظر کتاب میں ہم اسی حقیقت کے اظہار کی خاطر ہندوستان و پاکستان کے ساتھ ساتھ عالمِ اسلام کے انشی جلیل القدر علماء کے فتاویٰ اور آراء شائع کر رہے ہیں جن کے مطالعہ سے جماعت اسلامی کے ملمع ساز مخالفین کے دعوؤں کی ساری قلعی کھُل جاتی ہے۔

وہ حضرات جو اپنے ذاتی اختلافات کے ماتحت جماعت اسلامی اور اس کے امیر مولانا

ابوالاعلیٰ مودودی سے علمار کے اختلافات" کا ڈھنڈورا پیٹنے رہتے ہیں۔ ان کے ذاتی اختلافات کی اس دقتِ نظر سے تحقیق کی جائے تو اس میں محض ایک دیرینہ مناقشت اور رنجش کارفرما نظر آئے گی اور معلوم ہوگا کہ یہ دراصل وہی حضرات ہیں جو اللہ کے دین کی فطری وسعتوں کو اپنے اپنے اکابر کی تنگنائے میں محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ اور اسی کو عین دین سمجھتے ہیں۔ یا پھر یہ حضرات اپنے فکر و نظر کی کجرویوں پر مولانا مودودی کی بے لاگ تنقید سے مشتعل ہوکر اور بغض و حسد کا شکار ہوکر ایسے اتہامات ان پر لگا رہے ہیں جن کا وجود ان کے نہاں خانۂ دماغ کے سوا کہیں اور مطلق نہیں پایا جاتا۔

ان سب حضرات کے ماضی سے ایک زمانہ واقف ہے اور ہر باخبر شخص اس رازِ عیاں سے آگاہ ہے کہ یہ وہی حضرات ہیں جو نظریۂ پاکستان اور قیام پاکستان کے مخالف تھے۔ اور ہندوستان میں متحدہ قومیت کے نظریہ کی علمبرداری ہی کو دینی تقاضوں کا منتہائے مقصود سمجھتے تھے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مالٹا میں قیدِ فرنگ کی صعوبتوں سے رہائی پاکر آئے تو فطرتاً یہ داعیہ لے کر وطن لوٹے کہ ہندوستان کو فرنگی استبداد سے نجات دلانے کی خاطر مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ باہمی اشتراک پیدا کر کے جد وجہد کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اکثر اکابرین دیوبند اس موقع پر کانگریس میں شامل ہو گئے۔ موصوف گرامی کے بعد ان کے جانشین مولانا حسین احمد مدنی نے اپنے شیخ مکرم کے اتباع میں کانگریس کے ساتھ اشتراکِ عمل جاری رکھا اور اس معاملہ میں وہ اس حد تک بڑھ گئے کہ انھوں نے اعلان کیا کہ قومیت کی تشکیل میں مذہب کی اساس کوئی اہمیت نہیں رکھتی اور قومیں ہمیشہ اوطان سے بنتی ہیں۔ نہ کہ ادیان سے، اس اعلان پر مولانا کے معاصرین میں سے اکثر علمار و مفکرین

نے برملا شدید اختلاف کا اظہار کیا۔ جس میں علامہ اقبالؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کی اس موضوع پر طویل مراسلت ہوئی اور مولانا مودودیؒ نے مولانا مدنی کی کتاب "متحدہ قومیت" کے جواب میں ایک مدلل اور مبسوط کتاب "مسئلہ قومیت" کے نام سے لکھی جس میں نہایت واضح دلائل کے ساتھ مولانا مودودیؒ نے یہ ثابت کیا کہ کتاب و سنت اور اسلام کے بنیادی عقائد کی رو سے مسلمانوں کی قومیت کی اساس ان کا دین یعنی اسلام ہے نہ کہ کوئی وطن۔ ساتھ ہی مولانا مودودیؒ نے اپنی اس کتاب میں ضمناً مولانا مدنی کا نام لے کر ان کے خیالات پر جرح و تنقید کی اور بیان کیا کہ مولانا مدنی نے قومیت کی بنیاد وطن کو قرار دے کر درحقیقت اسلامی نظریۂ قومیت کی نفی کر دی ہے۔ اپنی کتاب "مسئلہ قومیت" کے علاوہ مولانا مودودی نے اس موضوع پر چند اور تنقیدی مضامین بھی لکھے جو بعد میں ان کی مشہور کتاب "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" کے حصہ دوم میں شائع ہوئے۔ مولانا مودودی کی یہ تنقید جو انھوں نے مولانا مدنی کے اسلامی نظریۂ حیات کے تحفظ کی خاطر خالصتاً بوجہ اللہ فرمائی مولانا مدنی کے اکثر انتہا پسند معتقدین کے لیے حد درجہ کبیدگیٔ خاطر اور رنجش طبع کا باعث ہوئی۔ کیونکہ ایسے حضرات ذہناً مولانا مدنی کی ذات گرامی کو بہت حد تک معصوم اور منزہ عن الخطاء سمجھتے تھے۔ اور ان کے نزدیک مولانا مدنی پر اگر کوئی شخص جائز تنقید بھی کرے تب بھی وہ گردن زدنی قرار پائے گا چنانچہ عقیدت کے ان اندھے پجاریوں نے مولانا مودودیؒ کی تنقید کے حسن و قبح کا جائزہ لینے کے بجائے اپنی انتقام کی آگ فرو کرنے کے لیے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا۔ یہ حضرات اپنی سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق مولانا مودودی کی دیگر تصنیفات میں سے بال کی کھال اتارنے کے لیے گویا خوردبینیں لے کر بیٹھ گئے اور پھر انتہائی مہارت کے ساتھ انھوں نے خالص تبلیغی و کلامی کتب کے بعض فقرات کو فقہی و قانونی خراد پر چڑھا کر ان سے قطعی مختلف معانی

اخذ کیے اور ان خودساختہ معانی کی بنیاد پر مولانا مودودیؒ پر فتووں کے تیر پر تیر چلانے شروع کر دیئے کبھی کہا کہ مولانا مودودی تنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کو معیار حق قرار دے کر دراصل توہین انبیاءؑ اور توہین صحابہؓ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ کبھی ارشاد ہوا کہ مولانا مودودیؒ اپنی جماعت میں شامل لوگوں کے علاوہ کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ کبھی فرمایا گیا کہ مولانا مودودیؒ، امام مہدی اور دجّال کی آمد کے قائل نہیں ہیں۔ کبھی یہ بے پر کی اڑائی گئی کہ مولانا مودودیؒ متعہ کے قائل ہیں۔

اس طرح ان حضرات کے مقبوضہ تمام "دیارالافتاء" کے قلم اور مہریں بیک وقت حرکت میں آگئیں اور مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی پر دھڑا دھڑ فتووں کی یلغار شروع ہوگئی۔ ان ہوشیار اور عیار معتقدین نے اپنے مرکز عقیدت اور ممدوح کی سادگی طبع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں بھی اپنے پروپیگنڈے سے خاصا متاثر کیا۔ چنانچہ مولانا مدنی نے بھی مولانا مودودیؒ کے متعلق ایسے ہی خیالات کا اظہار فرمانا شروع کر دیا اور اس امر واقعہ کو قطعی فراموش کر گئے کہ موصوف گرامی کی کتاب "متحدہ قومیت" پر تنقید کرنے سے قبل یہی مولانا مودودیؒ تھے جو مولانا مدنی کی زبان اور قلم سے ہمیشہ مدحت و تحسین کے مستحق قرار دیے جاتے تھے اور انھیں مولانا مدنی "فقیہ اُمت" کے معزز خطاب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ مولانا مودودیؒ نے مولانا مدنی کی کتاب پر تنقید کیا کی، گویا کسی زبردست گناہ کے مرتکب ہوگئے۔ چنانچہ یہی "فقیہ اُمت"، بیک وقت "فقیہان شہر" کے غیض و غضب کی زد میں آگئے۔ اور ان پر غلط سلط فتووں کے گولے آکر پھٹنے لگے۔

ادھر ایک طرف دیوبند کے قلعۂ عقیدت سے یہ فتوی باری ہوئی اور دوسری طرف ہندو کانگریس کے مسلمان خیمہ برداروں کا دوسرا جیش بھی حرکت میں آگیا۔ یہ جیش جس کی

تنظیم میں کسی مثبت نظریہ یا عقیدہ کی بجائے محض چند منفی ضروریات کا دخل تھا اور اس نسبت سے یہ دو تین چوٹی کے اصحاب کو چھوڑ کر زیادہ تر ہنگامہ پرور ایجی ٹیٹروں اور پیشہ ور مقررین کا مجموعہ تھا۔ جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ پر اپنے طرز خاص میں حملہ آور ہوا۔

مسلم لیگ کی طرف سے پیش کردہ مطالبۂ پاکستان انتہائی سرعت اور شدت کے ساتھ ملک کے مسلم عوام میں مقبول ہوتا جارہا تھا جس کے سبب کانگریس کی ہمنوا مسلمان جماعتوں کی ہوا بُری طرح اکھڑ چکی تھی اور اس ضمن میں خاص طور پر مذکورہ گروہ، جو مجلس احرار کے نام سے موسوم تھا، بُری طرح بدنام ہورہا تھا۔ اس بدنامی کا زور کسی طرح گھٹانے کی خاطر، نیز اپنی قیادتِ عظمیٰ یعنی دیوبند کے کانگریسی علماء کے تازہ تازہ معتوب مولانا مودودی کی دعوت کو بزعم خود کمزور کرنے کی خاطر، مجلس احرار نے بھی آزادیٔ ہند کے کانگریسی تصور سے بظاہر دستبرداری اختیار کرلی اور جماعت اسلامی کی طرح "حکومت الٰہیہ" کا نعرہ لگانا شروع کردیا۔ لیکن چونکہ مجلس احرار نے یہ نعرہ صرف سیاسی میدان میں اپنی اُکھڑی ہوئی ہوا کو دوبارہ باندھنے کی خاطر لگایا تھا، نہ کہ کسی تقاضائے دین کے حقیقی احساس کی بنا پر۔ نیز اس کا مقصودِ اصلی اپنی دیرینہ عادت کے مطابق "ایک ہنگامہ پر موقوف ہے گھر کی رونق" کے مصداق تھا۔ لہٰذا یہ جماعت ایک عجب طریق سے اسی نظریہ کی علمبردار دوسری جماعت یعنی جماعت اسلامی کی رفیقِ راہ بننے کی بجائے اس کے لیے سنگِ راہ بننے کی کوششوں میں مصروف ہوگئی اور یہیں سے احراری حضرات کی جماعت اسلامی کے خلاف رقیبانہ اور حریفانہ مساعی کا باقاعدہ آغاز ہوا جس کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

یہاں اس امر کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ احراری حضرات کی اسی نوع کی کھوکھلی ہنگامہ آرائیوں سے خود ان کے ذہنی قائدین یعنی کانگریسی علماء بھی دل سے مطمئن نہ تھے

چنانچہ ۱۹۴۵ء میں جب مولانا حسین احمد مدنی نے مسلمانانِ ہند کے سیاسی مسائل پر غور کرنے کے لیے اور ایک متفقہ ملی لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے سہارنپور میں ایک آل انڈیا مسلم پارٹیز کانفرنس بلوائی تو اس میں جہاں آپ نے تمام معاصر مسلمان جماعتوں کو شرکت کی دعوت دی وہاں مسلم لیگ کے ساتھ مجلس احرار کو بھی مولانا مدنی نے اس کانفرنس میں شریک نہ کیا جس پر احراری حضرات بڑے جز بز ہوئے اور چند یوم تک کھسیانی بلّی کی طرح خوب کھمبا نوچا کیے۔

قیامِ پاکستان سے چند سال پہلے ہی کانگریس نواز جمعیۃ علمائے ہند کے مقابلے میں علمائے دیوبند کے دوسرے گروہ نے جو مسلم لیگ کا ہمنوا تھا، اپنی جماعت "جمعیۃ علمائے اسلام" کے نام سے بنائی تھی۔ چنانچہ جہاں جمعیۃ علمائے ہند میں مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا مفتی کفایت اللہ اور مولانا ابوالکلام آزاد شامل تھے۔ وہاں جمعیۃ علماء اسلام میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا آزاد سبحانی جیسے اکابر علماء شریک تھے اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب کانگریسی جمعیۃ علمائے ہند کے ہم خیال بعض علمائے دیوبند، جماعت اسلامی اور مولانا مودودیؒ پر دین میں تحریف وغیرہ کے الزامات لگا کر ناروا فتاویٰ کی گولہ باری کر رہے تھے تو مسلم لیگی خیالات کے اکابرین دیوبند اپنے ان ہم مکتب رفقاء کی اس مہم سے قطعی لاتعلق پائے گئے۔ اور ان حضرات کو مولانا مودودیؒ کی تحریروں میں ہرگز وہ قابلِ اعتراض امور نظر نہ آتے تھے، جن پر کانگریسی علماء کی طرف سے فتوے صادر کیے جا رہے تھے۔ بلکہ اس کے برعکس ان موخر الذکر اصحاب کی نگرانی میں اس وقت مسلم لیگ کی جانب سے دو قومی نظریہ کی دینی اہمیت واضح کرنے کے لئے مولانا مودودیؒ کی کتابیں (مثلاً "مسئلہ قومیت" اور مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش"

اکثر تقسیم کی جاتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ اگر مولانا مودودیؒ فی الواقعہ اپنی دیگر تصانیف میں تحریف دین کے مرتکب ہوئے تھے تو آخر دیوبند کے کانگریسی علماء کے علاوہ دوسرے علماء دیوبند کو چپ رہنے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی اور انھوں نے مولانا مودودیؒ کے خیالات پر گرفت سے کیوں اجتناب فرمایا؟ کیا مسائل دین میں بصیرت صرف کانگریسی علماء ہی کے حصہ میں آئی تھی؟ جبکہ کانگریسی علماء کا خلوص اور مسلمانوں سے ہمدردی باوجود ان کی علمیت وقابلیت کے محل نظر ہے۔ کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کا ساتھ دیا اور ہندو اور مسلم کو ایک قوم قرار دیا اور مسلمان قوم کو، جو انگریز اور ہندو دونوں کی یا دونوں میں سے کسی ایک کی غلامی میں رہنے کی بجائے آزادی کی فضا میں سانس لینا چاہتی تھی۔ اپنی تمام تر کوششوں کے ساتھ ہندو کا غلام بنانا چاہا لیکن خدا نے ان کو ناکام ونامراد کیا۔

قیام پاکستان کے بعد جب کانگریس اور اس کی ہم خیال مسلمان جماعتوں کو ایک یادگار ہزیمت سے سابقہ پیش آیا تو قدرتاً جمعیۃ علمائے ہند کی کانگریسی تنظیم محض بھارت یعنی تقسیم شدہ ہندوستان ہی میں گھر کر رہ گئی۔ مجلس احرار کے بڑے بڑے قائدین اہل پنجاب میں سے تھے۔ چنانچہ ان کے لیے سخت مشکل پیش آگئی ان میں سے کچھ تو پاکستان بن جانے کے فوراً بعد ہندوؤں کے ہندوستان کی طرف "ہجرت" کر گئے جو باقی رہ گئے وہ عرصہ دراز کے لیے مارے ہیبت کے، اور جن میں شرم تھی، وہ مارے شرم کے منقار زیر پر ہو گئے اور اس دوران میں اگر کبھی چہکے بھی تو محض ان سُروں میں کہ :-

"لوگو! ہم نے شکستِ مبین پائی ہے۔ ہم اب تمہاری رہنمائی کے قابل نہیں رہے۔ ہم تو اب باقی عمر اپنی ڈاڑھیوں سے مسلم لیگی قائدین کے

جوتے صاف کیا کریں گے۔"

البتہ مسلم لیگی خیال کے علمار نے شروع ہی سے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں اپنی تنظیم جمعیۃ علماء اسلام" کا پاکستان میں احیار کر دیا تھا اور ایک عرصہ تک پاکستان میں علماء کی یہی جماعت کام کرتی رہی۔ اس جماعت کی طرف سے شاذ ہی کبھی جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کے ساتھ کسی اصولی یا اساسی اختلاف کا اظہار کیا گیا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ پاکستان میں اسلامی آئین کے نفاذ کی جدوجہد میں جمعیۃ علمائے اسلام اور جماعت اسلامی شانہ بشانہ کام کرتی رہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رح کی وفات کے بعد اس جماعت کے صدر مرحوم و مغفور سید سلیمان ندویؒ منتخب ہوئے سید صاحب کے انتقال کے بعد مفتی محمد شفیع صاحب کو قائم مقام صدر بنایا گیا اور لاہور کے مفتی محمد حسن صاحب، ملتان کے مولانا خیر محمد اور مشرقی پاکستان کے مولانا اطہر علی صاحب بعض جماعتی مصلحتوں کے پیش نظر ان کے شریک عہدہ قرار پائے۔ یہ مصلحتیں بعد میں جماعت کے اندر عجیب بے نظمی کی صورت اختیار کر گئیں اور جمعیت انتشار کا شکار ہو کر رہ گئی۔ اُدھر علمائے بریلی کے ایک گروہ نے اپنی ایک علیحدہ تنظیم جمعیۃ علمائے پاکستان کے نام سے بنالی۔ یہ جمعیۃ بھی بالآخر دو آزاد اور خود مختار تنظیموں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک کا صدر دفتر کراچی میں مولانا عبدالحامد بدایونی کی سربراہی میں قائم ہوا اور دوسری کا لاہور میں ابوالحسنات مرحوم و مغفور کی زیر قیادت۔ پاکستان میں علمار کی ان تمام تنظیموں نے ایک مرتبہ بھی مولانا مودودی اور جماعت اسلامی پر اُس طرز اور اس طریق کے فتاویٰ داغنے کی ضرورت محسوس نہ کی جو کانگریسی علمار اور احراری حضرات کا شیوۂ خاص قرار پایا تھا۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا جاچکا ہے، احراری اور کانگریسی علمار حضرات یہ پاکستان میں

مدّت مدید تک زبردست شکست خوردگی کا احساس رہا اور انھیں جمہور کے سامنے آنے کی؛ عرصۂ دراز تک جرأت نہ ہوئی۔ البتہ گزشتہ تحریک ختم نبوت کے دوران بعض ناعاقبت اندیش سیاسی طالع آزماؤں نے ان کی ہنگامہ پروری کی صفت خاص سے فائدہ اٹھانے کی خاطر انھیں پہلی مرتبہ منظر عام پر آنے کا موقع دیا۔ لیکن جو نہی یہ تحریک ان کے نادان ہاتھوں کی غارت گری سے ختم ہوئی ۔ یہ حضرات اپنی سابقہ روایات کے مطابق پھر پھلجھڑی کی طرح بجھ کر رہ گئے۔ یہ شعلہ مستعجل کچھ دیر یوں ہی سیاہ پوش رہا۔ بالآخر بلّی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ یعنی مولانا شبیر احمد عثمانی کی قائم فرمودہ "جمعیۃ علمائے اسلام" اندرونی بدنظمی کا شکار ہو کر موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا ہوگئی۔ احراری اور کانگریسی خیال کے علما حضرات نے اس موقع کو غنیمت جانا اور انھوں نے جمعیۃ علمائے اسلام کے "خانۂ خالی" "میں اپنا" "دیو" داخل کرنے کی مساعی شروع کر دیں۔ اس غرض کے لیے اپنا اصل روپ لوگوں کی نظروں سے چھپانے کے لیے انھیں ایک نقاب کی بڑی ضرورت تھی۔ اور ایک ایسی شخصیت مطلوب تھی جس کو دھر کر اور جس کی نیک نامی کی آڑ میں وہ اپنے بدنام ماضی کے دھبے دھوسکیں اور اس طرح پھر لوگوں کے سامنے آسکیں۔ اس مقصد کے لیے ان کی نگاہِ انتخاب نے لاہور کے ایک سادہ لوح اور نیک نہاد عالم دین یعنی مولانا احمد علی مرحوم و مغفور کو تاکا۔ ایک تو اس لیے کہ مولانا احمد علی اگرچہ باقاعدہ کانگریسی یا احراری نہیں رہے تھے۔ تاہم وہ ذہنًا ان دونوں تنظیموں کے زیادہ قریب تھے۔ دوسرے مولانا موصوف کی تفسیر قرآن پر ایک زمانہ میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تنقیدی رسالہ تحریر فرمایا تھا جس میں یہ واضح کیا تھا کہ مولانا احمد علی تفسیر قرآن کے نام پر دراصل تحریف

قرآن کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اس بنا پر مولانا احمد علیؒ مولانا تھانوی کے خلفائے محترم یعنی مولانا سید سلیمان ندوی اور مفتی محمد شفیع صاحب کی جمعیۃ علمائے اسلام سے اکثر دل برداشتہ رہتے تھے۔ بہر حال مولانا احمد علی مرحوم و مغفور نے اس موقع پر احراری حضرات کی دستگیری پر آمادگی کا اظہار فرمادیا۔ اور پھر احراری حضرت نے کوئی نئی تنظیم بنانے کے بجائے جاں بلب جمعیۃ علمائے اسلام کے تن خالی پر قبضہ جمانے کی شرمناک تدبیر اختیار کی۔ چنانچہ اس تدبیر کی تنزویہ کے ماتحت پاکستان کے تقریباً تمام احراری کانگریسی اور سرخ پوش حضرات نے ملتان میں ایک روز جمع ہو کر "جمعیۃ علمائے اسلام" کا نام ہتھیایا اور اس کا صدر مولانا احمد علی کو بنا دیا اور پھر چشم فلک نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ جس جمعیۃ علماء اسلام کی مسند ارشاد پر سالہا سال تک نظریۂ پاکستان کے مؤید اور حامی علمائے کرام ٹمکن رہے تھے۔ وہاں اب نظریہ پاکستان کے پُرانے مخالف اور ہندو کانگریس کے قدیم خیمہ بردار سریر آرا ہو گئے۔ اور علماء کی اس مشہور جماعت پر طوطیان پاکستان کی جگہ زاغانِ ہندوستان کا تصرف قائم ہو گیا ہے اور اس طرح ؎

"زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن"

کی اندوہناک روایت ایک مرتبہ پھر پاکستان میں تازہ ہو گئی۔ جس جماعت کے قائدین میں کسی وقت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مفتی محمد شفیع، اور مولانا محمد متین خطیب جیسی شخصیتیں شامل تھیں، ایک طرفہ تماشہ کے ماتحت اب اس کے سربراہ خان عبدالغفار خاں کی سرخپوش تحریک کے مولوی محمد یوسف بنوری اور احرار کے مولوی غلام غوث ہزاروی قرار پائے۔ بہر حال یہ ایک امر واقعہ ہے کہ حال ہی میں جس طرح چند بغا دری یونینسٹوں اور ری پبلکنوں نے کراچی میں جمع ہو کر مسلم لیگ کی بد نظمی سے فائدہ اٹھا کر، اور کنونشنی چولا

اوڑھ کر مسلم لیگ کے نام پر قبضہ مخالفانہ کرلیا وہ کوئی عجوبہ نہ تھا۔ کیونکہ ان سے چند سال پہلے انہی کے مسلک کے بعض دینی زعماء ایک ایسا ہی کارنامہ سرانجام دے چکے تھے اور ایک قابل احترام صوفی کی عطا فرمودہ مقدس قبا اوڑھ کر اور ایک سراسر مخالفِ مسلک جماعت کے انتشار سے فائدہ اٹھاکر اس کے نام پر قبضہ جما چکے تھے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو کنونشنی حضرات زیادہ سے زیادہ اپنے ہم مسلک دینی رہنماؤں کے اتباع کے گناہگار ہی نظر آئیں گے نہ کہ اس طرزِ خاص کے اصل موجد!

احراری اور کانگریسی حضرات کی مرحومہ جمعیت علمائے اسلام اصل جمعیت علمائے اسلام سے کیا نسبت یا تعلق رکھتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا ایک مکتوب گرامی قبل ازیں اخبارات میں شائع ہوچکا ہے اور اس کتاب میں بھی شامل ہے۔ مفتی صاحب موصوف نے اپنے وضاحتی مکتوب میں صاف ارشاد فرمایا تھا کہ ان (احراری و کانگریسی) حضرات نے حقیقت میں علمائے اسلام کے نام کو سہارا بنا کر اپنی تنظیم قائم کی ہے۔ جس کا اصل جمعیۃ علمائے اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

بہرحال یہی وہ حضرات ہیں جو گزشتہ چند سال سے نام نہاد جمعیت علمائے اسلام کے گنبد میں بیٹھ کر، اس غوغہ آرائی میں مشغول ہیں کہ پاکستان اور ہندوستان کے تمام علماء مودودی اور جماعت اسلامی کے مخالف ہیں اور وہ مولانا مودودی کے عقائد کے خلافِ شریعت ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں اور ان حضرات نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ انتہائی ذلیل حرکتوں پر بھی اتر آئے۔ کہیں تو انھوں نے بھرے جلسے میں یہ دعا منگوائی کہ "خدا ہمیں مودودیوں سے بچائے"۔ کہیں مولانا مودودی کو "منشی مودودی" لکھا گیا اور کہیں یہ مضحکہ خیز الزام لگایا گیا کہ جماعتِ اسلامی کو امریکہ نے شاہ سعود کی معرفت ۳۲ لاکھ روپے

دیے ہیں وغیرہ اور اکثر ایسا بھی ہوا کہ ان کانگریسی اور احراری مولویوں نے صرف مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی کی خاطر مرزائیوں اور پرویزیوں کی لَے میں لے ملائی۔ ان کے مضامین اپنے اخبارات میں شائع کیے، اور اس ساری غوغا آرائی کے ذریعے یہ لوگ دراصل اپنے اس دیرینہ بغض کا مداوا تلاش کر رہے ہیں جو مولانا مدنیؒ کے کانگریسی نظریات پر مولانا مودودی کی اصولی تنقید کے جرم پر مولانا مدنی رح کے بعض بے بصر اور غالی عقیدت مندوں کے دلوں میں مولانا مودودی کے خلاف پیدا ہو گیا تھا۔

ان حضرات کی جماعت اسلامی سے عداوت اس حد تک پہنچ چکی ہے اور ان کی ہندو نوازی کا یہ عالم ہے کہ یہ لوگ اب بھی اپنی دیرینہ عادات کے مطابق اپنے لیے فکری رہنمائی ہندوستان میں برسرِاقتدار کانگریسی طبقہ سے حاصل کرتے ہیں، چنانچہ یہ پاکستان کے احراری حضرات اور کانگریسی علماء ہر اس شخص کی مدح سرائی کے لیے تیار ہو جاتے ہیں جو مسلمانوں کے مقابل ہندوؤں کا دوست ہو۔ مصر کے صدر ناصر عرصۂ دراز سے پاکستان کے ساتھ ایک بلا وجہ مغائرت رکھتے ہیں اور اس کے برعکس انھوں نے سیاسی لحاظ سے ہندوستان کے ساتھ رشتۂ مودت استوار کر رکھا ہے۔ اُدھر سعودی عرب کے تعلقات نسبتاً پاکستان کے ساتھ بے حد خوشگوار ہیں۔ تاہم کرنل ناصر کے ساتھ کچھ عرصہ سے عرب کی چپقلش چل رہی ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود پاکستان کی جس جماعت نے من حیث الجماعت شروع ہی سے بڑے التزام کے ساتھ کرنل ناصر کی اندھی حمایت اور سعودی عرب کی اندھی مخالفت کا مستقل وطیرہ اختیار کر رکھا ہے۔ وہ صرف کانگریسی اور احراری حضرات کی مبینہ "جمعیۃ علمائے اسلام" ہے اور اس جماعت کا یہ طرزِ عمل فی الحقیقت دو ہی جذبوں پر مشتمل ہے۔ ایک ہندوؤں کی خیمہ برداری کا دیرینہ جذبہ اور دوسرے

جماعت اسلامی سے عداوت کا جذبہ کیونکہ مؤخرالذکر جماعت کرنل ناصر کی لادینیت اور پاکستان کے خلاف مغائرت کے متعلق اکثر اظہار خیال کرتی رہتی ہے۔

چونکہ ان حضرات میں پیشہ ورانہ مقررین کی تعداد زیادہ ہے۔ نیز ان کی طلسم سازی کو دور کرنے کے لیے اس وقت ملک میں صحیح الخیال اور سلیم الفطرت علماء کی کوئی مؤثر تنظیم موجود نہیں ہے اس لیے عین ممکن ہے کہ جماعت اسلامی کے متعلق ان حضرات کا جذبۂ عداوت بعض ناواقف اور بے خبر اصحاب کے دلوں میں جماعت کے متعلق کوئی غلط فہمی پیدا کر دے۔ یہ کتاب ہم ایسی ہی ممکنہ غلط فہمی کے ازالہ کے لیے شائع کر رہے ہیں۔ تاکہ اس کے مطالعہ سے یہ حقیقت زیادہ وضاحت کے ساتھ سامنے آجائے کہ جماعتِ اسلامی اور مولانا مودودی کی دعوت دنیا بھر کے اہل حق علماء کی اکثریت کی نظر میں عین اسلام کے مطابق ہے اور مولانا مودودی کے جن عقائد پر ان کانگریسی علماء نے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کی خاطر زبانِ فتویٰ دراز کی ہے، وہ نہ صرف ہند و پاکستان، بلکہ عالمِ اسلام کے دیگر جید اور مشہور علمائے دین کی نظر میں ہرگز قابل اعتراض نہیں ہیں۔ بلکہ اجماعِ امت اور مسلکِ جمہور کے عین مطابق ہیں۔ بدیں وجہ ہمیں امید کامل ہے کہ ہماری یہ حقیر کوشش اہلِ نظر کے نزدیک قابل قبول ہوگی۔

اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ ہر عالم کا فتویٰ یا تاثر ہو بہو انہی کے الفاظ میں درج کیا گیا ہے۔ کانگریسی اور احراری مولویوں کی طرح قطع و برید سے کام نہیں لیا گیا۔ ہر عالم کا فتویٰ یا تاثر جس کتاب اور جس رسالے سے بھی لیا گیا ہے اس کا نام اور صفحہ بھی درج کیا گیا ہے تاکہ مخالفین اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے یہ کہنا شروع نہ کر دیں کہ اس کتاب

میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کتاب دعوے کے ساتھ ساتھ ثبوت بھی رکھتی ہے۔ اس لیے مخالفین کے لیے اب نہ پائے رفتن ہے نہ جائے ماندن!

یہ کتاب چوبیس سوالوں کا ایک جواب ہے

مندرجہ ذیل تمام سوالات کے جوابات اس کتاب میں موجود ہیں۔

سوال نمبر۱۔ دستور جماعت اسلامی کے بنیادی عقیدہ جز دوم کی دفعہ ۶ کی مندرجہ ذیل عبارت کیا ایک مومن اور مسلم کا عقیدہ ہوسکتی ہے۔ یا نہیں؟

"رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے۔ کسی کو تنقید سے بالا تر نہ سمجھے، کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اس معیارِ کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کامل کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اس کو اسی درجہ میں رکھا جائے"۔

۲۔ کیا جماعت اسلامی بحیثیت مجموعی حق پر ہے؟

۳۔ کیا جماعت کا لٹریچر پڑھنا جائز ہے؟

۴۔ اس جماعت والوں کو کسی دینی درس گاہ میں بطور مدرّس یا ملازم رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

۵۔ اگر کسی دینی درس گاہ میں دیوبندی، بریلوی، ندوی اور اصلاحی علماء کے ساتھ ساتھ جماعت اسلامی کے بعض علماء درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے ہوں تو اس کی امداد و اعانت جائز ہے یا نہیں؟

۶۔ جماعت اسلامی سے کسی قسم کا اشتراک و تعاون جائز ہے یا نہیں ؟
۷۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور ان کے لٹریچر کی موجودہ دور میں کیا اہمیت و وقعت ہے ؟
۸۔ آخر مولانا مودودی صاحب کا سب سے بڑا جرم کیا ہے ؟
۹۔ جماعت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈے اور مولانا مودودی پر عائد کردہ الزامات کی حقیقت کیا ہے ؟
۱۰۔ کیا جماعت اسلامی ضالّ و مضلّ یا گمراہ جماعت ہے ؟
۱۱۔ جماعت اسلامی کے لیے شرعی حکم کیا ہے ؟
۱۲۔ جن مسائل پر مولانا مودودی اور جماعت اسلامی سے اختلاف کیا جارہا ہے کیا وہ فروعی نہیں ہیں ؟
۱۳۔ اغواشدہ جمعیۃ علمائے اسلام کی طرف سے بے بنیاد الزام تراشی اور بداخلاقی کے جواب میں جماعت اسلامی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا کردار کیا ہے ؟
۱۴۔ موجودہ اغواشدہ جمعیت علمائے اسلام کی حقیقت کیا ہے ؟
۱۵۔ مولانا مودودی پر عائد کردہ الزامات کی حقیقت کس سے معلوم کی جائے اور کیا مولانا پر بے سروپا الزامات لگانا کوئی صحیح فعل ہے ؟
۱۶۔ کیا واقعی مولانا مودودی عالم اسلام کی شخصیت اور مفکرِ اسلام ہیں ؟
۱۷۔ کیا حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے مولانا مودودی کے خلاف کوئی فتویٰ دیا ہے ؟

۱۸۔ کیا مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کی سرگرمیاں اسلام کے منافی ہیں ؟

۱۹۔ کیا مولانا مودودی اہل سنت والجماعت میں سے نہیں ہیں ؟

۲۰۔ کیا مولانا مودودی کی زندگی پابند شریعت زندگی نہیں ہے ؟

۲۱۔ کیا مولانا مودودی کا لٹریچر قرآن وحدیث سے ٹکراتا ہے ؟

۲۲۔ کیا مولانا مودودی کوئی نیا اسلام پیش کر رہے ہیں ؟

۲۳۔ جماعت اسلامی کے مخالفین کا اپنا کردار اور ماضی کیا ہے ؟

۲۴۔ جماعت اسلامی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی مخالفت کی اصل وجوہ کیا ہیں ؟

مذکورہ سوالات کے جواب میں مندرجہ ذیل علمائے اسلام نے اپنی آرار کا اظہار فرمایا ہے :

۱۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ	بھارت
۲۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ	"
۳۔ حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند	"
۴۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی ندوۃ العلماء لکھنو	"
۵۔ حضرت مولانا محمد سعید ندوی	"
۶۔ شیخ الحدیث مولانا ابوالعرفان	"
۷۔ حضرت مولانا مفتی احمد حسن خاں	"
۸۔ حضرت مولانا محمد عبدالہادی قاضی ریاست بھوپال	"
۹۔ حضرت مولانا مفتی محمد عرفان خاں	"
۱۰۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرحمن چشتی	"

۱۱. حضرت مولانا محمد منظور نعمانی	بھارت
۱۲. حضرت مولانا صدرالدین اصلاحی	"
۱۳. افضل العلماء ابوالفیض مسولوی خطیب اعظم بنگلور	بھارت
۱۴. حضرت مولانا عامر عثمانی فاضل دیوبندؒ	"
۱۵. حضرت مولانا عبیداللہ رحمانی محدث مبارکپوری	"
۱۶. مفسرِ قرآن مولانا عبدالماجد دریاآبادیؒ	"
۱۷. حضرت مولانا محمد ظہور ندوی	"
۱۸. حضرت مولانا عبدالحفیظ، فاضل دیوبند	"
۱۹. مولانا شاہ معین الدین احمد	"
۲۰. حضرت مولانا محمد سعید	"
۲۱. حضرت مولانا محمد حلیم عطاؔ	"
۲۲. حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، فاضل دیوبند	"
۲۳. مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع	پاکستان
۲۴. حضرت مولانا داؤد غزنوی	"
۲۵. حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی	"
۲۶. حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ	"
۲۷. حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی	"
۲۸. حضرت استاذ العلماء حضرت مولانا محمد چراغ	"
۲۹. حضرت مولانا عبیداللہ سابق شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور	"

۳۰۔ حضرت مولانا محمد ناظم ندوی شیخ الجامعہ عباسیہ پاکستان
۳۱۔ شیخ الادب والتفسیر حضرت مولانا محمد عبداللہ فاضل دیوبند 〃
۳۲۔ حضرت مفتی سید سیاح الدین کاکاخیل فاضل دیوبند 〃
۳۳۔ حضرت مولانا عبدالعالی پاکستان
۳۴۔ حضرت مولانا محمد ظفر 〃
۳۵۔ حضرت مولانا مفتی عبدالحق 〃
۳۶۔ حضرت مولانا خان محمد 〃
۳۷۔ حضرت مولانا احمد بخش 〃
۳۸۔ حضرت مولانا غلام یٰسین، فاضل دیوبند 〃
۳۹۔ حضرت مولانا محمد خلیل، فاضل دیوبند 〃
۴۰۔ حضرت مولانا شبیر احمد، فاضل دیوبند 〃
۴۱۔ حضرت مولانا عبداللہ ثانی امرتسری 〃
۴۲۔ حضرت مولانا عبدالغنی، فاضل دیوبند 〃
۴۳۔ حضرت مولانا محمد احمد، فاضل قائم العلوم 〃
۴۴۔ حضرت مولانا عبدالسلام فاضل جامعہ اشرفیہ 〃
۴۵۔ حضرت مولانا عبدالرشید ارشد 〃
۴۶۔ حضرت مولانا محمد مسلم قاسمی 〃
۴۷۔ حضرت مولانا محمد انور کلیم 〃
۴۸۔ حضرت مولانا محمد عبدالقیوم 〃

۴۹۔ حضرت مولانا محمد ابن معلم اسلامیات پاکستان،
۵۰۔ حضرت مولانا محمد سرور "
۵۱۔ شیخ الادب والتفسیر حضرت مولانا محمد عبداللہ پاکستان
۵۲۔ حضرت مولانا عبدالحمید "
۵۳۔ حضرت مولانا عبدالقدوس بہاری "
۵۴۔ مولانا عبدالجلیل رحمانی "
۵۵۔ مولانا نذیر احمد رحمانی "
۵۶۔ حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم "
۵۷۔ حضرت مولانا غلام مصطفٰے خاں، فاضل دیوبند "
۵۸۔ حضرت مولانا محمد مقبول احمد فاضل دیوبند "
۵۹۔ حضرت مولانا ابوالعطار "
۶۰۔ حضرت مولانا نذیر الحق میرٹھی "
۶۱۔ مولانا عبدالودود ندوی "
۶۲۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شفیق مدرسہ عالیہ مصطفویہ بوگرہ بنگلہ دیش
۶۳۔ حضرت مولانا مزمل علی مہتمم مدرسہ نجم العلوم جوڑا "
۶۴۔ ممتاز المحدثین حضرت مولانا عبدالقادر سلہٹی "
۶۵۔ حضرت مولانا ابوالعمران محمد عبدالرحمٰن بغدادی "
۶۶۔ ابوالفضل مولانا محمد یعقوب اصلاحی "
۶۷۔ الشیخ عبدالعزیز بن باز الاثری النجدی حجاز

۶۸۔ الشیخ علی طنطاوی قاضی دمشق		شام
۶۹۔ مفتی اعظم فلسطین السید امین الحسینی		فلسطین
۷۰۔ الشیخ عبداللہ کنون طنجہ		مراکش
۷۱۔ الشیخ حسین محمد مخلوف سابق مفتی اعظم مصر	فتویٰ	مصر
۷۲۔ حضرت علامہ حسن الہضیبی مرشدِ عام اخوان المسلمون	"	مصر
۷۳۔ مجتہد اعظم حضرت الامام محمد الخالصی	"	عراق
۷۴۔ پیشوائے اہل سنّت والجماعت حضرت علامہ امجد الزہاوی	"	"
۷۵۔ حضرت نوار المشائخ المجددی	"	مصر
۷۶۔ حضرت الفاضل علامہ محمد بشیر الابراہیمی	"	الجزائر
۷۷۔ الشیخ مصطفےٰ زرقا سابق وزیر تعلیم حکومت شام	"	شام
۷۸۔ علمائے الجزائر	"	الجزائر
۷۹۔ کل جماعت ہائے دینی مصر	"	مصر
۸۰۔ مسلمانانِ انڈونیشیا	"	انڈونیشیا

خدا شاہد ہے

کہ کسی شخصیت یا کسی پارٹی سے مجھے کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے۔ صرف حق کا دوست اور باطل کا دشمن ہوں۔ جس چیز کو میں نے حق سمجھا ہے اس کے حق ہونے کی دلیل بیان کر دی ہے اور جسے باطل سمجھا ہے اس کے بطلان پر بھی دلائل بیان کر دیے ہیں۔ اگر کوئی شخص مجھ سے اختلاف رکھتا ہوا در وہ دلیل سے میری رائے کی غلطی واضح کر دے تو میں اپنی رائے واپس لے سکتا ہوں۔ رہے وہ حضرات، جو صرف یہ دیکھ کر کہ ان کی پارٹی یا ان کی محبوب شخصیتوں کے خلاف کہا گیا ہے۔ غضبناک ہوجاتے ہیں اور پھر اس سے بحث نہیں کرتے کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ حق ہے یا باطل۔ تو ایسے لوگوں کے غیض و غضب کی مجھے کچھ پروا نہیں۔ میں نہ ان کی گالیوں کا جواب دوں گا اور نہ اپنے موقف ہی سے ہٹوں گا۔

(مولانا مودودیؒ)

جس وقت

ہم نے ۱۹۴۱ء میں تحریک اسلامی کا آغاز کیا تھا۔ اس وقت ہمیں پورا اندازہ تھا کہ ہم کیا کرنے چلے ہیں اور اس کا خیر مقدم دنیا میں ہمیشہ کس طرح ہوتا آیا ہے۔ اسی لیے ہم پہلے ہی اس راستہ کی آزمائشوں کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ البتہ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ اسلامی دعوت کے راستے میں مزاحمت کا شرف خود مسلمانوں کو حاصل ہو رہا ہے۔ کفار اگر یہ کام کرتے تو کچھ عجیب بات نہ ہوتی۔ لیکن مسلمانوں کے لئے بظاہر یہ عجیب چیز ہے۔ بہرحال دنیا کی تاریخ میں یہ کوئی پہلا ہی موقع نہیں ہے کہ کچھ خدا کے بندوں کو وہی لوگ تکلیف پہنچانے کے لیے تیار ہو جائیں جن کی فلاح و بہبودی کے لیے وہ کام کرنے اٹھے ہوں!

(سید ابوالاعلیٰ مودودی ۱۹۴۸ء)

فتویٰ

مجاہد اسلام مفتی اعظم فلسطین محمد امین الحسینی

بسم اللہِ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والسلام علیٰ سید المرسلین سیدنا محمد

وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین ط

امابعد۔ دستور جماعت اسلامی کی یہ عبارت، جس میں کہا گیا ہے کہ "بجز خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر شخص پر تنقید کی جاسکتی ہے۔ اس میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو عقیدۂ اسلام کے خلاف ہو۔ بلکہ یہ عبارت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو بات ثابت کرتی ہے، اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے (ان تنازعتم فی شئی فردّوہ الی اللہ والرسول اور اگر کسی چیز کے بارے میں تمہارا آپس میں اختلاف ہو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ"۔ (الآیۃ) اور وہ اس طرح کہ اسے اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت اور ان میں جو بنیادی اصول اور متواتر سیرت بیان ہوئی ہے اس پر جانچا جائے جو چیز ان دونوں کے موافق نظر آئے گی اس کے متعلق سمجھا جائے گا کہ وہ ہمارے لیے بہتر ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے اور جو بات خلاف معلوم ہو اس کے متعلق جانا جائے گا کہ وہ ٹھیک نہیں اور اس کا ترک کرنا واجب ہے۔ پس وہ معیار

جس کی طرف اللہ کے بعد ہم رجوع کر سکتے ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے میمون ابن مہران نے فرمایا! اللہ کی طرف لوٹانے کا یہ مطلب ہے کہ اس کی کتاب کی طرف لوٹایا جائے اور رسول کی طرف لوٹنا ان کی زندگی میں تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے انھیں اٹھالیا تو اب ان کی سنت کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اسی مفہوم میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول وارد ہوا ہے۔

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت يسلموا تسليماه

"میں نہیں رب کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ تمہیں اپنے جھگڑوں میں حاکم نہ بنائیں۔ پھر تم جو فیصلہ کرو اس پر وہ اپنے دل میں تنگی نہ محسوس کریں بلکہ پوری طرح سر تسلیم خم کر دیں۔"

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وما آتاكم الرسول فخذوه ومانهاكم عنه فانتهوا (الآیۃ)

"جو کچھ تمہیں رسول دے دے لو، اور جس سے باز رکھے رُک جاؤ۔"

اور یہ درجہ مسلمانوں میں سے کسی کے لئے نہیں ہے۔ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ایسا ہوا ہے کہ کسی ایسے پیش آمدہ معاملہ میں جو قرآن میں نہ ملتا ہو، نہ سنت میں۔ صحابہؓ نے ایک دوسرے سے بحثیں کی ہیں۔ اور اس مسئلہ میں ان کی رائیں متفق بھی ہوئیں اور مختلف بھی لیکن کبھی کسی نے یہ خیال نہ کیا کہ اس کی رائے بحث وتنقید سے بالاتر ہے یا اس میں کسی کو رد وقبول کا حق نہیں۔

دارمی اور بیہقی نے میمون ابن مہران سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر

رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مقدمہ آتا تو پہلے وہ کتاب اللہ میں تلاش کرتے۔ اگر اس میں کوئی ایسی، بات مل جاتی جس کی بنیاد پر وہ فیصلہ کر سکتے، تو وہ اس پر فریقین کے درمیان فیصلہ فرما دیتے لیکن اگر کتاب اللہ میں کوئی بات ایسی نہ ملتی تو پھر وہ دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت تو نہیں ہے اگر مل جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے اور اگر کوئی سنت بھی ایسی نہ ملتی تو نکلتے اور مسلمانوں سے کہتے کہ " اس طرح کا معاملہ میرے پاس آیا ہے۔ اللہ کی کتاب اور رسولؐ کی سنت میں میں نے تلاش کیا، مگر مجھے اس میں کوئی چیز نہ ملی۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس مسئلہ میں کوئی فیصلہ دیا ہو،، اکثر تو ایسا ہوا کہ لوگوں نے اٹھ کر کہا۔" ہاں اس میں یہ فیصلہ آپ نے فرمادیا تھا تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اختیار فرماتے اور کہتے" خدا کا شکر ہے، جس نے ہمارے اندر ایسے لوگوں کو بنایا جو ہمارے نبی کی باتیں محفوظ رکھتے ہیں "۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے اس چیز سے فیصلہ کیا ہے، جو مجھے اللہ تعالیٰ نے دکھائی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے سوا کسی کے لیے یہ مرتبہ نہیں بنایا۔ رہا ہم میں سے کوئی تو اس کی رائے ظن ہو گی، نہ کہ علم"۔ (اسے امام رازی نے بیان کیا ہے)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ" علم الاصول،، میں بیان کیا ہے۔ اہل علم کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ کبھی کسی صحابی کا قول لیتے ہیں اور بعض میں اختلاف کرتے ہیں۔ "تفسیر المنار،، میں ہے کہ اصولیین میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ کسی ایسے مسئلہ میں صحابی کا اجتہاد معمول بہ بن سکتا ہے جس میں نص موجود ہو، بلکہ سب نے اس سے مطلقاً منع کیا ہے اور جو کوئی قائل ہے بھی تو، وہ اس صورت میں جبکہ کوئی

نص موجود نہ ہو، اور صحابہؓ میں سے کوئی اس کا مخالف نہ ہو۔ لہٰذا مذکورہ عبارت میں جو بات بیان ہوئی ہے کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو معیارِ حق تسلیم نہ کریں۔ الخ وہی ہے جسے خود صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کیا ہے اور وہ آپؐ کے بعد سب سے افضل ہیں۔

عبارت مذکورہ میں اس کے بعد آخر تک جو کچھ ہے وہ سب اس کی توضیح وتشریح ہے۔ ہمارے اس بیان سے کہ عبارت مذکورہ اسلامی عقیدہ کے منافی نہیں الخ باقی سوالوں کا جواب خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

الفقیر الیہ تعالیٰ محمد امین الحسینی مفتی فلسطین

(کیا جماعت اسلامی حق پر ہے صـ۱۳۵)

(۲)

فتویٰ

الشیخ عبداللہ کنون مدیر "لسان الدین"

(صدر "اکیڈمی مولائی حسن" ★ صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ حرۂ مراکش)

سوال نمبر ایک کی عبارت میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اسلامی عقیدہ کے خلاف ہو اور نہ ہی اس سے اعتراضات اور شبہات پیدا ہوتے ہیں جو پیش کردہ سوالات سے مترشح ہوتے ہیں۔ بلکہ اس عبارت کے مفہوم پر قرآن کی متعدد آیات دلالت کرتی ہیں مثلاً

وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا (الآیۃ)

"اللہ کا رسولؐ جو کچھ تمہیں دے لے لو، اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ"

وان تطیعوہ تھتدوا

"اگر تم اس کی (یعنی رسول کی) اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤگے"

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

"اے محمدؐ! کہو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کریگا"

چنانچہ رسول صلعم ہی سب سے بڑے لیڈر رہیں کیوں کہ وہ اللہ کا پیغام پہنچانے والے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اس میں ان کی اپنی خواہش کا دخل نہیں ہوتا، بلکہ اللہ کی وحی ہوتی ہے اور یہ صفت آپؐ کے سوا کسی بڑے سے بڑے انسان میں بھی نہیں پائی جاسکتی اسی وجہ سے آپؐ کے حکم کی خلاف ورزی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔

"جو لوگ اللہ کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیئے کہ کہیں فتنہ یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہوجائیں"

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے :۔

"اے محمد! تمہارے رب کی قسم، یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ یہ تمہیں اپنے جھگڑوں میں فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں اور پھر تم جو فیصلہ کردو، اس پر کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کے آگے سر تسلیم خم کردیں"

اس آیت میں ایمان کو آپؐ کے فیصلوں کو سر بسر تسلیم کرنے کے ساتھ مشروط کردیا ہے یہی بات اس حدیث میں بھی کہی گئی ہے :۔

"خدا کی قسم، تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میری ہدایت کے تابع نہ ہو جائے۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی جائے تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے تو مومن یہی کہتے ہیں۔ سمعنا واطعنا (سنا اور مان لیا)۔ دیکھئے یہاں لیحکم (وہ یعنی رسول فیصلہ کرے) کہا ہے یہ نہیں کہا لیحکما کہ وہ دونوں یعنی اللہ اور اس کا رسولؐ فیصلہ کریں کیوں کہ رسولؐ کا حکم اللہ کا حکم ہے۔ بھلا یہ مقام کسی اور کو کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟

ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

"اے محمد! کہو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اگر یہ روگردانی کریں تو اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔"

اس آیت میں آنحضورؐ کی اطاعت سے انحراف کو کفر قرار دیا گیا ہے اور یہ انحراف یقیناً
کفر ہے۔ افسوس ہے کہ عبارت مذکورہ پر اس طرح کے شبہات اور اعتراضات پیش کر کے 1
معاملہ کو کس طرح الٹ دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جس پر مذکورہ
آیات دلالت نہ کرتی ہوں۔

آنحضورؐ کے علاوہ ہر آدمی سے جو قول اور فعل صادر ہوتا ہے وہ دو باتوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہوسکتا۔ یا تو وہ آپ کی ہدایت اور سنت کے مطابق ہوتا ہے اور قرآن وحدیث میں اس کے لیے دلائل موجود ہوتے ہیں یا اس کے برعکس اگر پہلی صورت ہے تو وہ حق ہے اور اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، لیکن اس کا حق ہونا آنحضورؐ

کے پیش کردہ معیار کے مطابق ہونے کی وجہ سے ہوگا نہ کہ خود صاحب قول یا صاحب فعل کی ذاتی عظمت و مرتبہ کی وجہ سے اس کی شہادت خود قرآن دے رہا ہے۔

"اگر کسی معاملہ میں آپس میں تمہارا جھگڑا ہو جائے تو اگر تم خدا اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ کی طرف لے جاؤ"

اللہ کی طرف لے جانے کا مطلب اس کی کتاب کے سامنے لانا ہے اور رسولؐ کی طرف لے جانے سے مطلب اسے اس کی سنت کے معیار پر پرکھنا ہے۔ اگر دوسری صورت ہے تو یہ بدعت اور گمراہی ہے اور اس سے برأت اور اجتناب ضروری ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے۔ ـ

"جس نے کوئی ایسی چیز ہمارے دین میں پیدا کر دی جو اس میں نہیں ہے وہ مردود ہے"

امام مالکؒ کہا کرتے تھے۔ ہر آدمی کے کلام کا کچھ حصہ قابل قبول ہوتا ہے اور کچھ قابلِ رد۔ سوائے اس قبر والے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے۔ امام غزالی کا قول ہے "میں لوگوں کو حق سے پہچانتا ہوں نہ کہ حق کو لوگوں سے" اور اسی چیز کی نصیحت علمائے کرام لوگوں کو کرتے چلے آئے ہیں اور اس شعر میں بھی اسی نصیحت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ترجمہ

"جب تک تم حق کو لوگوں کے ذریعہ پہچاننے کی روش اختیار کیے رکھو گے اس وقت تک تم گمراہی اور ضلالت ہی کی وادیوں میں سرگرداں رہو گے"

ائمہ مجتہد نے صحابی کے قول کی حجیت میں اختلاف کیا ہے۔ بعض اس کو قابل حجت مانتے ہیں اور بعض نہیں مانتے اور بعض کہتے ہیں (یہ قول باجیؒ نے امام مالک

سے منسوب کیا ہے، کہ اگر قول صحابی کے خلاف کوئی قول نہ ہو تو وہ حجت ہے۔ کیوں کہ اس صورت میں اسے اجماع قرار دیا جائے گا۔ اور اگر صحابہؓ میں سے کسی نے اس سے اختلاف کیا ہو تو وہ حجت نہیں ہے کیوں کہ دوسرا قول اس کی تردید کر دیتا ہے۔ اور غالباً صرف یہی ایک بات اس امر کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ کوئی انسان خواہ وہ کتنا ہی عظیم المرتبت کیوں نہ ہو اس کی کسی بات میں پیروی اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ اس کے حق میں کتاب وسنت یا اجماع سے کوئی قوی دلیل موجود نہ ہو۔ بالکل اسی طرح جس طرح کسی بھی انسان کو مقدس تسلیم کرنا، تنقید سے بالا سمجھنا یا اس کی تقلید کرنا بغیر دلیل جائز نہیں۔ کیوں کہ یہ بات شریعت اسلامی کے خلاف ہے اور جب صحابۂ کرام، جن کا مرتبہ نبی صلعم کے بعد تمام امت سے برتر ہے کا یہ معاملہ ہو تو دوسروں کے لیے تو یہ چیز بدرجہ اولیٰ ہوگی۔

ہم نے اس جواب میں بڑے نرم الفاظ استعمال کیے ہیں کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ مطالب بعض مسلمان فرقوں کے عقائد میں شامل ہیں۔ ہم ان کے لیے اللہ سے ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔ ورنہ اگر ہم فقہاء کرام کے احکام کی پیروی کرتے، تو ہم ایسی باتیں کہنے والے یعنی جماعت اسلامی کے دستور میں درج عبارت پر تنقید کرنے والے کی تکفیر میں کچھ بھی تامل نہ کرتے۔ کیونکہ یہ تو عقیدۂ اسلامی کے اصل الاصول پر نکتہ چینی ہے اور اگر غلط فہمی کے امکان کو ہم سامنے نہ رکھتے تو ہم کہہ دیتے کہ یہ باتیں کسی عیسائی مشنری کے منہ سے نکلی ہوئی ہیں۔ مسلمان کی کہی ہوئی نہیں۔

ہمارے مذکورہ استدلال کے مطابق جو جماعت اس عبارت کے مضمون (رسول خدا کے بعد کسی کو معیارِ حق نہ مانا جائے) پر عقیدہ رکھتی ہے، وہ حق پر ہے،

اس کا لٹریچر پڑھنا اور اس کی طرف دعوت دینا جائز ہے۔ اسی طرح فرائض تدریس کا ان کے سپرد کرنا اور ان مدرسوں کی اعانت کرنا جن میں وہ درس دیتے ہیں، جائز بلکہ مستحسن ہے اور ہر طریقہ سے اور تمام وسائل سے ایسا کرنا چاہیئے۔ رہا ان امور میں اس جماعت کے ساتھ تعاون اور اشتراک کا مسئلہ تو اس سلسلے میں قرآن کے الفاظ پر ہی اکتفا کروں گا۔

یالیتنی کنت معھم فافوز فوزاً عظیما ہ

"کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تاکہ کامرانی اور شادمانی کے اعلیٰ مرتبوں پر فائز ہو سکتا"

(کتاب مذکور ص۱۴۱ عبداللہ کنون)

(۳)

فتویٰ

الشیخ عبدالعزیز بن باز الاثری النجدی مدرس مسجد حرام

امابعد! میں نے سوال نمبر ایک پر غور کیا جو "جماعت اسلامی" کے دستور سے نقل کیا گیا ہے۔ میرے نزدیک یہ جملہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ مسلمان جو یقین و اذعان اور صدق و عمل کے ساتھ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر واجب ہے کہ اس شہادت کے اس تقاضے کو پورا کرے کہ کسی انسان کی بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر معیار حق نہ بنائے اور نہ اپنی رائے کے مطابق

امور کو قبول کرے، بلکہ ناگزیر ہے کہ کلام الٰہی اور کلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اساس و بنیاد قرار دے اور اس کے سوا تمام باتوں جملہ قوانین اور ہر دعوت کو اس اصول کی طرف لوٹائے۔ جو چیز اس کے موافق ہو اسے قبول کرے اور جو اس کے خلاف ہو اسے رد کرے اور کہنے والے پر واپس لوٹا دے۔

اس طرز عقل پر ارشاد الٰہی شاہد ہے۔ خدائے ذوالجلال فرماتے ہیں۔

وَاِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ

"یہی میرا سیدھا راستہ ہے۔ تم اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسری راہوں پر نہ چلو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو تم اس کی راہ سے ہٹا دیئے جاؤ گے۔"

قرآن مجید نے ان لوگوں کو جو اس اصل اصول کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ انتباہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدين مالم ياذن به الله

"کیا ان کے ہاں ایسے شرکا بھی ہیں جو ان کے لیے دین (نظام زندگی) میں ایسی باتیں وضع کرتے ہیں، جن کا اذن اللہ نے نہیں دیا؟"

نیز ارشاد ہوتا ہے:۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم فان تنازعتم فى شئ فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الاخر ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاحسن تاويلا ۝

"یمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی بھی جو تم میں سے اصحاب امر